18 نومبر، 2013

استفتاء: فی زمانہ پینٹ شرٹ کو ضابطہ، لباس بنانے کا حکم: 10/4

بسم اللہ

بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب مد ظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فتوی نمبر ۵۱۷۸۱/۵۳

درج ذیل مسئلے میں شرعی رہنمائی درکار ہے:

موضوع: فی زمانہ پینٹ شرٹ کو ضابطہ لباس بنانے کا حکم

ا۔ آجکل پینٹ شرٹ کا برِ صغیر پاک وہند سمیت ساری دنیا میں رواج عام ہو گیا ہے، مختلف ممالک، اقوام اور مذاہب والے افراد عموماً اور نوجوان اور بچے خصوصاً یہی لباس استعمال کر رہے ہیں۔ ان میں اسلامی و غیر اسلامی ہر قسم کے ممالک شامل ہیں۔

- نیز اسلامی و غیر اسلامی ممالک کے اداروں میں بحیثیت یونیفارم یا ضابطہ کلباس کے اس کا نفاذ بھی جاری ہے مثلاً پولیس، فوج، اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز وغیرہ۔
- بعض جگہوں میں مسلمان اہلِ علم بھی اسے پہنتے ہیں، مثلاً ترکی یا مصر وغیرہ۔
- بعض اداروں میں کام کی نوعیت ہی اس طرح کی ہوتی ہے کہ جس کے لئے پینٹ شرٹ ناگزیر ہوتا ہے، اور کرتا شلوار میں کام کرنا مشکل و دشوار ہوتا ہے مثلاً پلانٹس پر یا ٹیکنیکی اداروں میں کام کرنے والے، یا جنگی مشقیں کرنے والے، یا فوج کی ٹریننگ وغیرہ میں۔
- بعض کاموں میں اس لباس کا عُرف ہوتا ہے یا بعض عہدوں پر اس کا عرف ہوتا ہے مثلاً کمپنی کے سیلز مین وغیرہ اور چونکہ اس کا رواج اور عرف ہوتا ہے اسلئے اس میں کسی دوسرے لباس کو پسند نہیں کیا جاتا۔
- کمپنیوں اور آفسز میں اسٹاف کیلئے ضابطہ کلباس بنایا جاتا ہے (تاکہ لوگ مختلف قسم کے الگ الگ لباس نہ پہنیں اور ماحول میں یکسانیت رہے) اس میں بھی فی زمانہ عموماً پینٹ شرٹ کو متعین کیا جا رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس لباس کا شیوع مختلف اقوام، ممالک، اداروں، کمپنیوں اور ہر عمر کے افراد میں اس کثرت کے ساتھ ہو گیا ہے کہ کسی خاص قوم یا مذہب کے ساتھ اس کو مخصوص نہیں سمجھا جا رہا۔

ب۔ برِ صغیر پاک وہند میں پینٹ شرٹ کا لباس انگریزوں نے متعارف کروایا، جو کہ غیر ملکی اور عیسائی تھے، چونکہ اس زمانے میں یہ لباس انگریزوں ہی کے ساتھ خاص سمجھا جاتا تھا اور اس کے پہننے والے بہت قلیل تعداد میں اور نمایاں ہوتے تھے، لہٰذا حضرات علماء کرام نے اس لباس کو تشبہ بالکفار کی علت کی بناء پر ناجائز قرار دیا۔

تاہم علماء نے یہ وضاحت بھی کی کہ یہ حکم زمان یا مکان کے لحاظ سے تبدیل ہو سکتا ہے۔

چنانچہ درج ذیل حوالہ ملاحظہ ہو:

- حضرت حکیم الامت سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ جو شخص لندن میں مسلمان ہو اور وہاں کوٹ پتلون پہنے تو تشبہ ہوگا یا نہیں؟

حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا: وہاں تشبہ نہیں ہوگا کیونکہ وہاں یہ نہیں سمجھا جاتا کہ یہ غیر قوم کا لباس ہے وہاں تو سب کا لباس یہی ہے کوئی امتیاز نہیں۔ اگر یہاں پر بھی کوٹ پتلون عام ہو جائے کہ ذہن سے خصوصیت جاتی رہے تو ممنوع نہ ہوگا۔ (سیرۃ المسلمین ص186)

ج. نیز اس سلسلے میں ہمارے اردو فتاویٰ جات میں بھی اس قسم کے لباس کے حکم کا مدار عرف و زمان پر رکھا گیا ہے، چند حوالے درج ذیل ہیں:

- فتاویٰ محمودیہ (ج۱۹ص۲۸۳، مکتبہ فاروقیہ):

سوال: زید کا کام کپڑے سینے کا ہے اور مختلف قسم کے کپڑے بنانے ہوتے ہیں جس میں کوٹ پتلون بھی تیار کرنا ہوتا ہے اور پتلون اس وقت اس قسم کی تیار کی جارہی ہے کہ رانوں میں پھنسی ہوتی ہے، جواب عنایت فرمائیں کہ کوٹ اور پتلون سینا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: اس طرح کا کپڑا سینے میں انکشافِ ستر کا تو احتمال نہیں ہے یعنی اس سے مرد کا وہ حصہ بدن نہیں کھلتا جس کا چھپانا فرض ہے۔ رانوں میں اگر پتلون اس طرح پھنسی ہو کہ ران کی ہیئت ادھر سے ظاہر نہ ہوتی ہو تو کچھ اشکال نہیں البتہ خود ایسے کپڑے پہننا مکروہ ہے تو اس وجہ سے ان کے سینے میں بھی ایک قسم کی کراہت ہوگی لیکن اگر یہ لباس عامۂ مسلمان پہنتے ہوں تو کراہت بھی نہیں ہوگی۔

- فتاویٰ محمودیہ (ج۱۹ص۲۸۰، مکتبہ فاروقیہ):

سوال: کوٹ اور پتلون پہننے والوں اور سر پر انگریزی بال رکھنے والوں کے حق میں اب اس حدیثِ تشبہ کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا، اگر اب بھی اطلاق ہوتا ہے تو کیا انگریزی بال رکھنے والا ہر وقت گناہ میں مبتلا رہتا ہے یا صرف ایک گناہ ہے کہ انگریزی بال رکھے ہیں؟

جواب: اب اس میں اتنا تشدد نہیں، اتنا ضرور ہے کہ ان اطراف میں یہ صلحاء کا لباس نہیں، اس سے بچنا چاہیے، کراہت کا درجہ ہے۔ انگریزی بالوں میں بھی کراہت ہے جو مستمر ہے۔

- احسن الفتاویٰ (ج۸ص۹۲):

کوٹ پتلون کی سلائی اور پہننے کا حکم:

پتلون اگر اتنی تنگ ہو کہ اعضاء مستورہ کا حجم نظر آتا ہو تو اس کا پہننا اور سینا حرام ہے لہذا اس سے حاصل شدہ آمدن حرام ہوگی۔ اور اگر اتنی چست نہ ہو بلکہ ڈھیلی ہو تو اس کے پہننے اور سینے کی گنجائش ہے مگر تقوے کے خلاف ہے۔

- کفایت المفتی (ج۹ص ۱۶۴)

سوال: کیا انگریزی بال، ہیٹ، کوٹ پتلون یہ چیزیں تشبہ بالقوم میں داخل ہیں یا نہیں؟ نیز تشبہ صرف ہیئت مجموعی میں ہوگا یا جزء سے بھی ہو جائے گا؟

جواب: ان میں سے ہر چیز تشبہ کیلئے کافی ہے مگر تشبہ کا حکم اسی صورت میں ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اسے دیکھ کر شبہ میں پڑ جائے کہ یہ شخص اس قوم کا فرد ہے مثلاً ہیٹ لگانے والے کو کرسچن سمجھا جائے۔

تو جو چیزیں کہ غیر لوگوں میں بھی عام طور پر استعمال ہونے لگی ہوں مثلاً بوٹ، پتلون کوٹ ان میں تشبہ کی جہت کمزور اور کراہت خفیف رہ جاتی ہے۔

یہ قاعدہ ہے کہ جو احکام عرف پر مبنی ہوتے ہیں، ان کا حکم بھی عرف کے تابع رہتا ہے:

جاء في درر الحكام شرح مجلة الأحكام (1/41): (لا ينكر تغير الأحكام بتغير الأزمان إنَّ الأَحْكَامَ الَّتِي تَتَغَيَّرُ بِتَغَيُّرِ الْأَزْمَانِ هِيَ الْأَحْكَامُ الْمُسْتَنِدَةُ عَلَى الْعُرْفِ وَالْعَادَةِ؛ لِأَنَّهُ بِتَغَيُّرِ الْأَزْمَانِ تَتَغَيَّرُ احْتِيَاجَاتُ النَّاسِ، وَبِنَاءً عَلَى هَذَا التَّغَيُّرِ يَتَبَدَّلُ - أَيْضاً - الْعُرْفُ وَالْعَادَةُ، وَبِتَغَيُّرِ الْعُرْفِ وَالْعَادَةِ تَتَغَيَّرُ الْأَحْكَامُ)

مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں درج ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں:

سوالات

موجودہ زمانے میں پینٹ شرٹ کے شیوع کے لحاظ سے کہ اس میں شہری نوجوانوں کی غالب اکثریت کا لباس ہر وقت یہی ہوتا ہے اور اب یہ لباس دنیا کے ایک بڑے حصے کے مسلمانوں میں عام ہو چکا ہے اور اس کو محض غیر مسلموں کا لباس نہیں شمار کیا جاتا، سوال یہ ہے کہ:

1. پینٹ شرٹ میں تشبہ والی علت فی زمانہ باقی رہی ہے یا نہیں؟
2. کیا حضرت حکیم الامت تھانوی صاحب ؒ کی وہ بات جو لندن والوں کے بارے میں آپ نے (کم از کم ۷۰ سال قبل) ارشاد فرمائی تھی، آج لندن کے علاوہ دیگر ممالک بشمول پاکستان میں صادق آتی ہے یا نہیں؟
3. اگر علت باقی ہے، تو پھر شیوع کا بالکل درست پیمانہ کیا ہوگا جس کے بعد اس کو تشبہ سے خالی کہنا درست ہوگا؟
4. اگر علت باقی نہیں تو اب انفرادی حیثیت میں اس لباس کو پہننے کا کیا حکم ہے؟

5. نیز (بشرط ستر) اس کو پہن کر امامت کرانے کا کیا حکم ہے؟ (کیونکہ اکثر اداروں میں مصلوں پر جماعت کرانے کیلئے یہ صورت روز پیش آتی ہے)

6. اجتماعی طور پر کسی ادارے میں اس کو ضابطہ لباس بنانے کا کیا حکم ہے؟ (چاہے وہ کاروباری ادارہ، کمپنی، آفس ہو یا تعلیمی یا فنی ادارہ)

7. جس جاب کیلئے پینٹ شرٹ کا استعمال زمانے کی تبدیلی کے ساتھ عمومی عرف بن گیا ہے (مثلاً کمپنیوں کے سیلز مین وغیرہ) اس جاب کیلئے اس لباس کو ضابطہ لباس بنانے کا کیا حکم ہے؟

8. پینٹ عموماً ٹخنوں سے نیچے ہوتی ہے جس میں اسبال الازار کا پہلو معلوم ہوتا ہے، تاہم یہ بطور رواج کے کیا جاتا ہے بوجہ اس کے کہ اس لباس کی بناوٹ ہی ایسی ہے اور ٹخنوں سے اونچا ہونا معاشرے میں عجیب معلوم ہوتا ہے، اس میں تکبر کا پہلو عموماً ذہن میں نہیں ہوتا نہ ہی یہ طریقہ محض سرداروں یا طبقہ اشرافیہ کے ساتھ خاص ہے بلکہ پینٹ پہننے والا ہر امیر غریب آدمی اس کو ایسے ہی پہنتا ہے۔ اس سارے تناظر میں کہ جب یہ طریقہ آج کے معاشرے میں متکبرین کے ساتھ خاص نہیں سمجھا جاتا نیز پہننے والے کی اپنی نیت بھی تکبر کی نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے ٹخنوں سے نیچے رکھنے کا کیا حکم ہوگا؟

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب نے مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ والی حدیث کی شرح میں فرمایا ہے:

"علماء نے لکھا ہے کہ اگر ٹخنوں سے نیچا تہبند یا پاجامہ تفاخر واستکبار کے جذبہ سے ہو تو حرام ہے اور اسی پر جہنم کی وعید ہے، اور اگر صرف عادت اور فیشن کی بناء پر ہے تو مکروہ ہے اور اگر نادانستہ بے خیالی اور بے توجہی کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہو تو اس پر کوئی مواخذہ اور عتاب نہیں، معاف ہے۔" (معارف الحدیث جلد ۶ صفحہ ۲۹۲)

جبکہ تکملہ فتح الملہم (از حضرت مولانا تقی عثمانی دامت برکاتہم) جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۸-۱۰۷ میں تکبر کے علتِ خفیہ ہونے کی وجہ سے مطلقاً اسبال الازار کو ہی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

9. اگر اسبال کو مطلقاً ممنوع قرار دیا جائے تو کیا جو کثیر تعداد مسلمانوں کی اس کو پہنتی ہے، وہ (ستر پوشی کا خیال رکھنے کے باوجود) ناجائز یا حرام کہلائے گا؟ کیونکہ پہننے والے زیادہ سے زیادہ نماز کے دوران اس کو ٹخنوں سے اوپر کرتے ہیں باقی وقت میں اس کو اوپر کرنے کا تعامل تقریباً معدوم ہے کیونکہ ایسا کرنا بالکل اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ تو کیا ایسی صورتحال میں پینٹ پہننا بالکل ممنوع قرار پائے گا (بوجہ ایک مستقل گناہ کا سبب بننے کے)؟

10. نیز اگر یہ ممنوع ہو تو پھر اس کو ضابطہ لباس بنانے کا کیا حکم ہوگا؟ جبکہ کمپنی کی طرف سے ٹخنوں کو کھولنے یا بند کرنے کے بارے میں کوئی ہدایات نہیں لیکن لوگ تو عمل عرف کے مطابق ہی کرتے ہیں۔ تو کیا کمپنی گناہ گار ہوگی؟

11. اسکولز، کالجز، یونی ورسٹیز، فوج، پولیس، اسلامی وغیر اسلامی بنک، فیکٹریاں، آفسز میں کام کرنے والے دنیا کے مختلف خطوں کے بلا مبالغہ کروڑوں مسلمان روزانہ / عموماً اس کو پہننے کی بناء پر کیا مسلسل کبیرہ گناہ میں ملوث قرار پائیں گے؟

اور جبکہ یہ عمل چھپا ہوا نہیں بلکہ سب کے سامنے ظاہر ہوتا ہے، تو کیا وہ حدیث شریف کے مطابق فاسقین اور مجاھرین کی وعید میں داخل ہوں گے؟

12. عموماً فتاوئ میں ایسی پینٹ سے منع کیا جاتا ہے جو اس قدر تنگ ہو کہ اس سے ستر ظاہر ہو، جیسا کہ اوپر احسن الفتاوئ کے حوالے سے گذرا، اس حوالے سے سوال یہ ہے کہ کسی پینٹ کے ساتر یا غیر ساتر ہونے کا واضح معیار کیا ہے؟ کیونکہ اگر نفس ستر (ناف تا گھٹنے) کو معیار بنائیں تو پھر تو کوئی پینٹ بھی ساتر قرار نہیں پائے گی کیونکہ ہر پینٹ میں رانوں کا حجم اور کولہوں کی بناوٹ تقریباً واضح ہوتی ہے، (خصوصاً نماز کی حرکات کے دوران تو یہ اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے) تو کیا اس کا معیار عورتِ غلیظہ حقدمہ کا ظہور ہے یا کیا ہے؟ یہ سوال کثرتِ ابتلاء کی وجہ سے بہت اہم ہے اور نماز اور امامت وغیرہ کے مسائل میں بھی اس کی بہت ضرورت پڑتی ہے۔

مندرجہ بالا تمام سوالات کا منشأ یہ معلوم کرنا ہے کہ اس معاملے میں انفرادی و اجتماعی طور پر اب کس حد تک تشدید یا تخفیف شریعت کے مطابق ہے؟ تاکہ اس کے لحاظ سے افراد اور اداروں کو رہنمائی دی جاسکے۔

براہ کرم جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

والسلام

مستفتی

اظفر اقبال رشید

مشیر شرعی امور

برق کارپوریشن۔ کراچی

الجواب باسم ملہم الصواب

۱۔ تشبہ والی علت باقی نہیں رہی۔

۲،۳۔ بظاہر ایسے ہی ہے، اس لئے کہ کوٹ پتلون کو اب ہمارے ہاں بھی عام لباس سمجھا جاتا ہے۔

۴۔ گنجائش ہے، البتہ ہمارے دیار میں یہ لباس صلحاء کا نہیں سمجھا جاتا، اس لئے بلا ضرورت نہیں پہننا چاہئے۔

۵۔ بہتر تو یہ ہے کہ امام کا لباس ہر لحاظ سے ساتر ہو، جیسا کہ ہمارے ہاں علماء و صلحاء کا لباس ہے اور اگر پینٹ ہے تو اس میں بلا کراہت نماز ادا کرنے کے لئے بہر حال ضروری ہے کہ وہ اتنی ڈھیلی ڈھالی ہو کہ اس میں واجب الستر حصہ کا حجم نمایاں نہ ہو، ورنہ اس میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور ایسا شخص گناہگار ہو گا، اور مستحق امامت نہیں ہوگا، البتہ کسی مجبوری میں یا ویسے ہی اس نے نماز پڑھادی تو اس نماز کا اعادہ واجب نہ ہوگا کیونکہ نماز کا اعادہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب نماز کی ہیئت اور اجزاء میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے نہ کہ مطلقاً، جبکہ یہ واجب اس قسم کا نہیں، بلکہ یہ اجزاء نماز سے خارج ہے، (شامیہ ۳/۴۲۲)

۶،۷۔ چونکہ پینٹ شرٹ عام لباس بن گیا ہے اور اب انگریز کا خاص شعار نہیں رہا، اس لئے اس طرح کا ضابطہ بنانے کی گنجائش ہے، البتہ بہتر نہیں ہے۔

۸۔ احادیث مبارکہ اور مختلف فقہاء کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹخنے ڈھانکنے کی کل تین صورتیں بن سکتی ہیں جن کے احکام بھی مختلف ہیں، لہذا ذیل میں تینوں صورتیں مع حکم تحریر کی جاتی ہیں:

(۱) تکبر کے قصد سے ٹخنے ڈھانکے جائیں، یہ صورت بالاتفاق حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اسی پر دردناک عذاب کی وعید شدید وارد ہوئی ہے، لہذا قصداً ایسا کرنے والا فاسق ہوگا اور امامت کا اہل نہ ہوگا۔

(۲) ٹخنے اپنے اختیار سے قصداً ڈھانکے لیکن تکبر کی نیت نہ ہو، یہ صورت اہل علم کے درمیان مختلف فیہا ہے، حنابلہ کے ہاں یہ صورت بھی مکروہ تحریمی ہے، گویا ان کے نزدیک پہلی اور دوسری صورت میں کوئی فرق نہیں ،دونوں کا ایک ہی حکم ہے،اس لئے کہ ان کے نزدیک ایک حدیث میں شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی حرمت کا مطلق حکم دوسری حدیث میں مذکور تکبر کی علت کے ساتھ مقید و معلول نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ اس صورت میں ہوسکتا ہے جب مورد ایک ہو، جبکہ یہاں ایسا نہیں ہے،ایک حدیث کپڑے کو زمین پر گھسیٹنے کے بارے میں ہے جو تکبر کے قصد کے ساتھ مقید ہے اور دوسری مطلق ٹخنے ڈھانکنے کے بارے میں ہے جس پر جہنم کی آگ کی وعید سنائی گئی ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی مطلقاً اسبال کے حرام ہونے کے قائل ہیں۔مالکیہ میں بعض تحریم کے اور بعض صرف کراہت کے قائل ہیں ،اسی وجہ سے بعض مالکی علماء نے اس اختلاف کا حاصل یہ نکالا کہ مطلق ٹخنے ڈھانکنے میں بھی کراہتِ شدیدہ ہے،اگرچہ تکبر کا ارادہ نہ ہو۔ تکملہ فتح الملہم میں مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہ کا رجحان بھی کراہت تحریمیہ کی طرف معلوم ہوتا ہے،اس لئے کہ حضرت نے اس بحث کے شروع میں جمہور کا قول نقل کرنے کے بعد آخر میں اپنی رائے یہ بیان کی کہ یہاں اصل علتِ حرمت خیلاء مخفی ہے،اس لئے مطلق اسبال ہی علت تکبر کے قائم مقام ہے، کالسفر فی القصر۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں بہر حال ٹخنے ڈہانکنا مطلقاً ممنوع اور ناجائز ہوگا اور جو شخص بھی ٹخنے ڈھانکے گا وہ نارِ جہنم کی اس وعید کا مستحق ٹھہرے گا، خواہ بقصدِ تکبر نہ ڈہانکے،اس لئے ایسے شخص کو جو عادۃً ایسا کرتا ہو،امام مقرر کرنا بالکل مناسب نہیں،تاہم چونکہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک تکبر کی نیت کے بغیر اسبال یعنی ٹخنے ڈھانکنا صرف مکروہ تنزیہی ہے، علامہ نووی، علی قاری، ابن الملک بھی اسی کے قائل ہیں اور فتاوی ہندیہ میں بھی اس کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے،اس لئے ایسے شخص پر حتمی طور پر فسق کا حکم لگانا مشکل ہے۔

واضح رہے کہ تکبر کا تعلق آدمی کے امیر یا غریب ہونے کے ساتھ نہیں ہوتا یعنی یہ ضروری نہیں کہ متکبر صرف مالدار ہی ہو اور نہ یہ کہ مالدار ضرور متکبر ہوگا، بلکہ متکبر وہ ہوگا جس میں تکبر پایا جائے گا اور حدیث کی رو سے تکبر نام ہے "حق بات کو ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا" لقولہ علیہ السلام: "ان اللہ یحب الجمال و لکن الکبر (ای

ذا الکبر) من بطر الحق وغمص الناس "(ترمذی ثانی) اس لئے صرف اتنی بات کہ "نہ ہی یہ طریقہ محض سرداروں یا طبقہ اشرافیہ کے ساتھ خاص ہے، بلکہ پینٹ پہننے ولا ہر امیر غریب آدمی اس کو ایسے ہی پہنتا ہے" ٹخنے ڈھانکنے کی گنجائش یا جواز کی وجہ نہیں بن سکتی۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ ٹخنے کھلے رکھنے کے اہتمام کے باوجود کبھی غیر اختیاری طور پر شلوار یا پینٹ نیچے ہو جائے یا تکبر کی نیت کے بغیر کسی ضرورت سے نیچے کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔

(الفتاوی الھندیۃ ۴۳/ ۱۸۳) (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ۳۶/ ۱۶۲) (تکملۃ فتح الملھم ۴/ ۱۱۹)۔ کلھا من الشاملۃ الا التکملۃ۔

۹، ۱۰۔ کوئی بھی ایسا کام جس پر حدیث میں سخت وعید آئی ہو وہ محض تعامل یا عرف کی وجہ سے کسی صورت میں جائز نہیں ہو سکتا، "ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار" اس صریح حدیث کے بعد بھی جو لوگ ٹخنے کھلے رکھنے کو برا سمجھتے ہیں تو سوچنے کی بات ہے وہ بطر الحق یعنی حق کو ٹھکرانے کا ارتکاب کر کے تکبر نہیں کر رہے اور جو لوگ ٹخنے کھلے رکھتے ہیں ان کو معیوب اور برا سمجھ کر "غمط الناس" یعنی لوگوں کو حقیر نہیں سمجھ رہے؟ یہی وجہ ہے کہ اہل علم کی ایک بڑی جماعت نے بہر صورت مطلقاً ٹخنے ڈھانکنے کو حرام و ناجائز کہا ہے، جیسا کہ نمبر ۸ میں کچھ تفصیل گذر گئی ہے، اس لئے اس قسم کے ناجائز عرف کے وقت بھی بہر صورت شلوار اور پینٹ کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا حکم دیا جائے گا اور ٹخنے ڈھانکنا بہر حال ناجائز ہی ہوگا۔

اگر کمپنی کے لئے خلافِ شرع پینٹ پر باضابطہ طور پر پابندی لگانا عملاً مشکل ہو تو پھر کمپنی والوں پر حسبِ استطاعت لازم ہے کہ وقتاً فوقتاً اپنے ملازمین کے سامنے اس برائی پر نکیر کرتے رہیں، اس کے باوجود وہ باز نہ آئیں تو کمپنی والے گناہگار نہ ہوں گے۔

۱۱۔ اس کے لئے جواب نمبر ۸ اور نمبر ۹ ملاحظہ کیجئے۔

۱۲۔ مرد کے ستر کے تحقق کے لئے ضروری ہے کہ گھٹنوں سے لے کر ناف تک اس کا جسم کسی ایسے موٹے کپڑے کے ساتھ ڈھکا ہوا ہو جس میں جسم کی کھال نظر نہ آتی ہو، ورنہ نماز سرے سے ہی صحیح نہ ہو گی۔ اور بلا کراہت

نماز ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ موٹا کپڑا اتنا ڈھیلا ہو کہ اس میں اعضاء مستورہ کا حجم ظاہر نہ ہوتا ہو، ورنہ نماز مکروہ ہوگی، گو کہ کپڑا موٹا ہونے کی وجہ سے نفسِ ستر حاصل ہوگیا، اس لئے فرض ادا ہوگیا، لیکن چونکہ تنگ ہونے کی وجہ سے اعضاءِ مستورہ کا حجم ظاہر ہو جاتا ہے جس میں ستر کامل فوت ہو جاتا ہے، نیز دیکھنے والوں کے لئے بھی انتہائی ناپسندیدہ ہوتا ہے اور بعض اوقات باعثِ فتنہ بھی بن سکتا ہے، اس لئے فقہاء کرام نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، تاہم ایسے کپڑے میں پڑھی ہوئی نماز واجب الاعادہ نہیں، جیسا کہ نمبر ۵ کے جواب میں مذکور ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حماد عفا اللہ عنہ
دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی
۲۲-۲-۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح
سعید احمد حسن
دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی
۲۶/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح
[illegible]
دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی
۲۶/۲/۱۴۳۵ھ

رمضان ۱۳۸۳
فتویٰ نمبر:
دارالافتاء
جامعۃ الرشید
احسن آباد کراچی اسلامی جمہوریہ پاکستان